**Al-Mīthāq** ***Research Journal of Islamic Theology***
**ISSN:** 2791-0989 P, 2791-0997 E
**Volume** 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 167-177
**Open Access at:** https://almithaqjournal.org/

Article QR

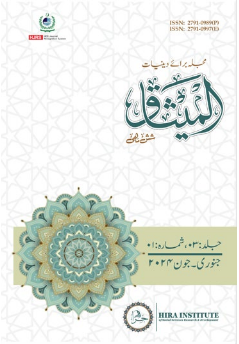

# "تصورِ جاہلیت" کا قرآنی فکر کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

# *A Research Review of the Concept of "Jāhiliyyah" in the Light of Qur'ānic Thought*

| | |
|---|---|
| **1. Tahira Batool Hashmi** tahiralecturer1152@gmail.com | *Ph. D Scholar, National College of Business Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.* |
| **2. Abdul Rahman** faqeerabdulrahaman@gmail.com | ***HOD,*** *Department of Islamic Studies, Punjab College, Bahawalpur.* ***Ph. D Scholar,*** *National College of Business Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.* |
| **3. Dr. Abrar Mohyuddin** abrar.mohiudin@iub.edu.pk | *Professor, Department of Islamic Studies, National College of Business Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.* |

***How to Cite:*** Tahira Batool Hashmi, Abdul Rahman and Dr. Abrar Mohyuddin. 2024: "A Research Review of the Concept of "Jāhiliyyah" in the Light of Qur'ānic Thought". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01): 167-177.

***Article History:***

| **Received**: | **Accepted**: | **Published**: |
|---|---|---|
| 20-05-2024 | 21-06-2024 | 30-06-2024 |

***Copyright:*** **©The Authors**

***Licensing:*** This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

***Conflict of Interest:*** Authors declared no conflict of interest

## *Abstract & Indexing*

## *Publisher*

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

# "تصورِ جاہلیت"کا قرآنی فکر کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

# *A Research Review of the Concept of "Jāhiliyyah" in the Light of Qur'ānic Thought*

1. **Tahira Batool Hashmi**
*Ph. D Scholar,*
*National College of Business Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.*
tahiralecturer1152@gmail.com

2. **Abdul Rahman**
***HOD,*** *Department of Islamic Studies, Punjab College, Bahawalpur.*
***Ph. D Scholar,*** *National College of Business Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.*
faqeerabdulrahaman@gmail.com

3. **Dr. Abrar Mohyuddin**
*Professor, Department of Islamic Studies, National College of Business Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.*
abrar.mohiudin@iub.edu.pk

## Abstract:

Over time, Islamic concepts have increasingly become obscured by the pervasive influence of non-Islamic practices. It is imperative to reestablish the authentic Islamic spirit within these concepts by comprehensively understanding pre-Islamic practices (*Jāhiliyyah*) through the lens of Qur'ānic wisdom. Societal structures can be analyzed in three distinct components: first, the religious beliefs or ideologies that define the society's ideological framework; second, the prevailing general inclinations that reflect the collective mindset and social dynamics, often shaped by powerful classes or sects; and third, the customs and traditions that manifest in societal norms and cultural expressions. In the context of *Jāhiliyyah*, the actual disorder and corruption within society are frequently not immediately apparent. Even when such disorder is acknowledged, the underlying cause deviation from Allah's guidance may not be fully comprehended. Addressing this deviation is essential to mitigating societal restlessness, dissatisfaction, and suffering. The concept of ignorance, or *Jāhiliyyah*, transcends historical and geographical boundaries, encapsulating any era or society that diverges from divine guidance. Therefore, a profound understanding and rectification of these deviations are crucial for attaining peace and tranquility in any societal context.

***Keywords:*** *Jāhiliyyah, Qur'ānic Wisdom, Religious Thought, Belief, Prevailing.*

## تعارف

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی اصطلاحات کے حقیقی تصورات رسم ورواج اور دیگر غیر اسلامی معاشروں کے اثرات کی بناپر دھندلا گئے ہیں جن کو ان کی حقیقی اسلامی روح کے ساتھ اجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔"تصور جاہلیت کا قرآنی فکر کی روشنی میں تحقیقی جائزہ" بھی وہ اہم حقیقت ہے جس کو حقیقی شکل میں پیش کرنا اسلام پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے۔ کوئی بھی معاشرہ اپنے رسم ورواج کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ ایک اس معاشرے میں پائی جانے والی مذہبی سوچ عقیدہ ہے ہم

اس کو معاشرے کا فکر و فلسفہ کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے اس معاشرے میں پائے جانے والے عمومی رجحانات سے اس معاشرے کی سوچ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں مختلف ذاتوں میں پائے جانے والے مخصوص رجحانات یا برسرِ اقتدار طبقے کی سوچ جس کی بنا پر وہ اقتدار کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ تیسرے معاشرے کی سوچ و فکر کا وہ انداز جو معاشرے کی رسم و رواج اور رجحانات میں پایا جاتا ہے، جیسا کہ ہمارے ہاں بناؤ سنگھار کا رجحان، ملنے جلنے، رشتہ داروں کے طور طریقے اور بننے سنورنے کے طور طریقے وغیرہ۔ کوئی بھی معاشرہ ان تین رجحانات سے مل کر ترتیب پاتا ہے اور کوئی چوتھا رجحان کسی بھی معاشرے میں نہیں ہوتا۔ لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی طرف مشکل ہی سے متوجہ ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ان کو حق کی آواز پر بلائیں تو وہ لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی طرف آجائیں اور عملاً اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزاریں۔ اس چیز کے لیے ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ قرآن اپنی زبان میں اسی کو جاہلیت کے لیے استعمال کرتا ہے۔

قرآن کریم اہل علم کے رجحانات کو ''ظن الجاہلیۃ''، اہل اللہ کے رجحانات کو ''حکم الجاہلیہ''، عورتوں کے رجحانات کو ''تبرج الجاہلیۃ'' اور عام لوگوں کے رجحانات کو ''حمیۃ الجاہلیۃ'' کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ ان امور کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن مجید میں جاہلیت کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ جاہلیت اس نفسیاتی کشمکش کا نام ہے جس میں پھنس کر لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی رُوگردانی کرنا انسانی معاشرے کا ایسا بگاڑ ہے جس کے نتائج اتنے بھیانک ہوتے ہیں کہ ساری زندگی تکلیف، کرب اور بے چینی کا شکار ہوتی ہے جس کے اثرات پوری انسانیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ ہدایت نام ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی پیروی کا، جبکہ جاہلیت نام ہے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچاننے اور اس کی ہدایت سے دور ہونے کا۔ اسی طرح جاہلیت صرف اسلام سے قبل عربوں کی حالت کا نام نہیں ہے بلکہ ہر اس دور اور تاریخ کا نام جاہلیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے انحراف کرتی ہے۔ یہ ایک ایسی حالت ہے جو کسی بھی وقت اور کہیں بھی ہو سکتی ہے۔

## جاہلیت کا مفہوم

جاہلیت کا لفظ اپنی اصل کے لحاظ سے عربی اسم ہے جو مونث کے طور پر استعمال ہوتا اور لغوی طور پر تین مفہوم دیتا ہے۔ اس کی تفصیل عربی ادب و قرآنی لغت کے مشہور شارح امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب ''مفردات القرآن'' میں بیان کی ہے۔ ان کے مطابق "الجھل "یعنی جہالت و نادانی تین قسم پر ہے:

1. انسانی ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ یہی اس کے اصل معنی ہیں اور بعض متکلمین کے نزدیک انسان کے طبعی نظام کے خلاف جاری ہونے والے افعال جاہلیت ہیں۔
2. کسی چیز کے بارے میں واقع کے خلاف یقین و اعتقاد قائم کر لینا۔
3. معمول سے ہٹ کر کسی کام کو اس کے خلاف سر انجام دینا جیسا کہ اسے دینا چاہیے۔ عام ہے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط۔ مثلاً کوئی شخص دیدہ دانستہ نماز ترک کر دے۔ چنانچہ اس معنی کے اعتبار سے سورۃ البقرہ کی آیت "قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا"، میں هُزُوًا کو جہالت قرار دیا گیا ہے۔[1]

قرآن میں ہے:

فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔[2]

سو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو کہیں تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان نہ پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

جاہل کا لفظ عموما بطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی بطور مذمت نہیں بھی آتا۔ چنانچہ قرآن میں آتا ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔[3]

سوال نہ کرنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو مالدار سمجھتا ہے۔

اس آیت میں "الجاہل" سے مراد وہ لوگ ہیں جو غریب کی حالت سے ناواقف ہیں، لہذا یہاں یہ لفظ مذمت کے لیے نہیں ہے۔

## جاہلیت کی تاریخ

جاہلیت کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی ایمان کی۔ دونوں کی تاریخیں آدم اور ان کے اولاد سے شروع ہوتی ہیں، دونوں کا مرکز طبیعت انسانی ہے۔ انسان گمراہی اختیار کرے یا ہدایت؟ جاہلیت کی طرف جائے یا اسلام کی طرف آئے؟ انسان کی تاریخ کبھی بھی دو حالتوں سے خالی نہیں رہی: ہدایت اور گمراہی۔ یعنی جاہلیت اور ہدایت پوری کی پوری ایک جوہر ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہدایت اور جاہلیت دونوں ہی انسانوں کے ساتھ تغیر پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ تاریخ کے تمام ادوار میں ہدایت اور جاہلیت شانہ بشانہ چلتی رہتی ہیں، جب کبھی اللہ تعالیٰ نے کوئی رسول بھیجا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی تو ہمیشہ کچھ لوگوں نے ہدایت کو قبول کر لیا اور جاہلی نظام زندگی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت اختیار کی جبکہ کچھ لوگوں نے جاہلیت کو اختیار کیا اور بدستور جاہلی زندگی کے ساتھ جڑے رہے۔ یوں جاہلیت کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی آدم علیہ السلام کی۔

انسانی زندگی کے صرف دو ہی ڈھانچے ہیں: ہدایت و گمراہی، یا اسلام اور جاہلیت۔ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ ہدایت اختیار کرے یا گمراہی۔ دونوں ہی راستے اللہ تعالیٰ نے بتلا دیے ہیں اور یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے لے کر رسالت مآب ﷺ تک جاری رہا اور قیامت تک جاری رہے گا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔[4]

اور ہم نے اسے خیر و شر کے دونوں راستے دکھا دیے۔

اس آیت کے مفہوم کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو راستے بتلا دیے ایک ہدایت کا راستہ اور دوسرا گمراہی کا راستہ، انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ کس راستے کا انتخاب کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جاہلیت کی تاریخ آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی جو محمد مصطفی ﷺ کے زمانے تک اور اس کے بعد قیامت تک جاری رہے گی۔

## جاہلی تاریخ کے ادوار

زمانہ جاہلیت کا دور پانچویں صدی عیسوی کے وسط سے شروع ہوتا ہے جب عدنانیوں نے یمنیوں سے خود مختاری حاصل کی اور 622 عیسوی میں آغاز اسلام پر یہ زمانہ ختم ہوتا ہے۔[5] اسی طرح عربی ادب کی تاریخ میں زمانہ جاہلیت کو دو ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے:

- پہلا دور: پانچویں صدی عیسوی سے پہلے کا زمانہ۔
- دوسرا دور: پانچویں صدی عیسوی کے بعد 622 عیسوی تک یعنی ظہور اسلام سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے شروع ہوتا ہے اور ہجرت نبوی ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔

## قرآن کی روشنی میں جاہلیت

اب ہم قرآن کی روشنی میں جاہلیت کا ذکر کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی اپنی شان ہے کہ اپنے بیانات میں اپنی اصطلاحات استعمال

کرتا ہے جس کا فہم قاری کے لیے ضروری ہے۔ مسلم امۃ یا ملت، منافق، فاسق، عبد اور الہ، قرآن کریم میں اصطلاحات کے طور پر یہ لفظ آئے ہیں۔ اسی طرح جاہلیت کے الفاظ قرآن کریم میں بطور اصطلاح استعمال ہوئے ہیں، لفظ جاہلیت قرآن کریم میں چار مرتبہ استعمال ہوا ہے، قرآن کریم کی یہ اصطلاح اپنے اندر اتنا وسیع مفہوم رکھتی ہے جس کی روشنی میں آج کے معاشروں کو بہ احسن زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم میں اہل علم کے رجحانات کو "ظن الجاہلیۃ" اہل اللہ کے رجحانات کو "حکم الجاہلیۃ" اور عام لوگوں کے رجحانات کو "تبرج الجاہلیۃ" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

## ظن الجاہلیۃ

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ، وَطَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ، يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ، قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ۔[6]

پھر اللہ نے رنج والم کے بعد تم پر سکون کی نیند نازل کی جو تم میں سے ایک گروہ پر طاری ہوئی اور بعضوں کو جنہیں اپنی جان کی فکر تھی خدا کے بارے میں ناحق جاہلیت جیسے گمان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے اختیار میں کہاں کچھ ہے؟ کہ دو کہ بیشک حکم تو سب اللہ ہی کا ہے۔

سورۃ آل عمران میں ظن الجاہلیۃ کا لفظ آیا ہے۔ یہ مدنی سورت ہے اور اس آیت میں عقائد پر بحث کی گئی ہے۔ قرآن کریم نے اپنی اصطلاح میں جاہلیت کا لفظ استعمال کیا ہے اس میں عقائد پر بحث کی گئی ہے، مکہ اور مدینہ کے لوگ عقیدہ توحید کے انکاری تھے، اس جاہلیت کے اعتبار سے کفار کے معاشرے کی عکاسی کی گئی ہے اس میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاری کو مزید تبلیغ کی گئی ہے۔ "ظن الجاہلیۃ" کے بارے میں یہ کہا ہے کہ ایسے تمام ذہنی تصورات جن پر معاشرتی قدروں کی عمارت تعمیر ہوتی ہے قرآن کی نظر میں وہ تمام تصورات جو عقیدہ توحید کے منافی ہیں "ظن الجاہلیۃ" کہلاتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات صفات اور اختیارات کو قبل از اسلام مختلف معاشروں میں، مختلف مذاہب میں، مختلف قوموں سے لیے گئے ہیں۔ مذہبِ اسلام میں اللہ تعالیٰ کی ذات جو کہ اپنی ذات صفات اور عبادات میں یکتا ہے، مگر دوسرے مذاہب عالم عقیدہ توحید کے منافی یعنی زیوس جو پیٹر برہما اور مختلف نام ہیں جو عقیدہ توحید کے خلاف ہیں۔ "ظن الجاہلیۃ" کے بارے میں سید ابو الاعلیٰ مودودی اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں کہتے ہیں:

> یہ باتیں حقیقت پر مبنی نہیں ہیں عقیدہ تو یہ ہے کہ قضا الٰہی کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور سب کچھ اپنی تدبیروں پر ہی موقوف سمجھتے ہیں ان کے لیے اس قسم کے قیاسات داغ حسرت بن کر رہ جاتے ہیں اور وہ ہاتھ پر ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں، کاش یوں ہوتا تو یہ ہو جاتا۔[7]

اس میں مکہ کے لوگ یہ گمان رکھتے تھے کہ اگر وہ اپنے گھر میں رہتے تو موت نہ آتی اور نہ ہی وہ پریشانی اور مصیبت میں مبتلا ہوتے۔ یہ ایک جاہلیت ہے، وہ اس عقیدہ پر قائم ہی تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے اس دنیا میں وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اگر موت کا وقت ہی مقرر ہو چکا ہوتا ہے اگر وہ گھروں میں ہی مقید ہوتے یا مقیم ہوتے تو پھر بھی موت وہی آسکتی تھی۔ یوں یہ گمان جاہلیت کی طرف جاتا ہے اگرچہ یہاں انہوں نے جاہلیت کا نام لیا مگر پھر بھی اس بات کو اگر آپ غور سے سمجھیں تو یہ جاہلیت کی طرح کا ایک انداز یا طریقہ ہے جن پر وہ شک یا گمان کر رہے ہیں اور یہ شک یا گمان جاہلیت ہے۔ اسی طرح مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر تدبر قرآن میں یوں فرماتے ہیں:

> ظن الجاہلیۃ غیر الحق کی وضاحت ہے اور مقصود اس وضاحت سے ان کے خیال کے گھناؤنے پن کو ظاہر کرتا ہے کہ باوجود یہ

کہ لوگ مسلمان بنے پھرتے ہیں لیکن اب تو خدا کی صفات اور انسانی زندگی سے، اس کے متعلق باب میں ان کے خیالات و تصورات وہی ہیں جو زمانہ جاہلیت کی تاریکی میں تھے۔ یہ ان کے "ظن الجاهلية" کی ایک نشانی بھی ہے اور وہ اپنے دل میں جو کچھ چھپاتے ہوتے تھے اس کا اظہار و بیان بھی۔ [8]

مولانا امین احسن اصلاحی نے اس میں وضاحت کر دی کہ اگرچہ وہ مسلمان ہیں مگر ان کے اندر اب بھی وہ جاہلیت ہے جو کہ قبل از اسلام ان کے اندر تھی۔ ان کے خیالات، تصورات، سوچنے کا انداز و فکر اب بھی وہی ہے جو قبل از اسلام تھا۔

ایرانیوں کے ہاں "اہورا مزدا" یا "آو مزدا" کا تصور پایا جاتا تھا۔ یونانیوں کے ہاں زیوس کا عقیدہ تھا۔ رومیوں نے زیوس تبدیل کر کے جوپٹیر رکھ دیا، مصریوں میں بادشاہوں کو الہٰ تصور کیا جاتا تھا اور ہندوؤں کے ہاں دیوتاؤں کی فہرست بہت بڑی تھی۔ یوں یہ سب عقیدۂ توحید کے منافی "ظن الجاهلية" کے زمرے میں آتے ہیں۔ کیونکہ عقیدہ ہی اصل ہے، اگر عقیدہ یعنی جڑ ہی ٹھیک نہیں ہو گی تو پھر اس درخت کا کیا ہو گا؟ جو کھوکھلا ہو گا اور نہ ہی اس درخت پر پھل آئے گا جو عقیدہ توحید کے خلاف ہے تو وہ جاہلیت کی وجہ سے اپنے فکری عمل اور ہر لحاظ سے بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔ یوں "ظن الجاهلية" عقیدہ توحید کے منافی ہونے کی وجہ سے ساری زندگی اضطراب اور بے چینی میں بسر ہوتی ہے۔ عقیدہ توحید کے منافی ہونے کی وجہ سے انسانی اثرات مرتب نہیں ہوتے بلکہ وہ حیوانیت کے زمرے میں آتے ہیں، پھر ان کو دنیا میں جو لمحات ملتے ہیں وہ جاہلیت کی وجہ سے لذت اندوزی اور عیش پرستی میں گزارتے ہیں اور جانوروں کی طرح بے مقصد زندگی بسر کرتے ہیں جس سے انسانیت بھی شرمندہ ہو جاتی ہے۔

## حكم الجاهلية

اہل اللہ کے رجحانات کو قرآن کریم نے "حكم الجاهلية" کا نام دیا ہے۔ اس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ المائدہ میں کیا گیا ہے:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ، وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ [9]

کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور ایمان والوں کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا مالک اور حاکم ہے۔ اس کی حاکمیت کے انکار پر مبنی جو بھی تصورات ہیں وہ سب "حكم الجاهلية" کہلاتے ہیں۔ "حكم الجاهلية" کے بارے میں ابو الاعلیٰ مودودی "تفہیم القرآن" میں فرماتے ہیں:

> جاہلیت کا لفظ اسلام کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے، اسلام کا طریقہ سراسر علم ہے کیونکہ اس کی طرف خدا نے رہنمائی کی ہے جو تمام حقائق کا علم رکھتا ہے اور اس کے برعکس ہر وہ طریقہ جو اسلام سے مختلف ہے جاہلیت کا طریقہ ہے۔ عرب کے زمانہ قبل اسلام کو جاہلیت کا دور اسی معنی میں کہا گیا ہے کہ اس زمانے میں علم کے بغیر محض وہم یا قیاس و گمان یا خواہشات کی بنا پر انسانوں نے اپنے لیے زندگی کے طریقے مقرر کر لیے تھے، یہ طرز عمل جہاں جس دور میں انسان اختیار کریں اسے بہر حال جاہلیت ہی کا طرزِ عمل کہا جائے گا۔ [10]

اس میں بتایا گیا ہے کہ خدا کی حاکمیت سے انکار اور کم علمی و جاہلیت کی وجہ سے خود ہی قیاس و وہم کرنا جس دور میں بھی پایا جائے گا اس دور کو دورِ جاہلیت ہی کہا جائے گا۔ اسلام پوری زندگی گزارنے کا طریقہ بتاتا ہے اور یہ قیاس آرائیوں پر مبنی نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام حقائق کا علم رکھتا ہے اور وہ انسانوں کی رہنمائی کرنا چاہتا ہے، اس لیے جو اسلام کے خلاف ہے وہ جاہلیت کے زمرے میں آتا ہے۔ اسلام ہمیں وہ حقائق بتاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس علم ہے اس کے مطابق وہ اپنے اصول اور ضوابط سے ہمیں آگاہ کرتا ہے مگر انسانوں میں یہ قیاس و وہم و گمان جو کہ جاہلیت کی وجہ سے ان کی فکری اور پھر عملی زندگی میں آتا ہے اس کے مطابق یہ صرف اور صرف

جاہلیت ہے جو انسانوں کو اپنی خواہشات اور قیاس آرائیوں پر مشتمل ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اسلام ہے جو ہر معاملے میں چاہے وہ مذہبی ہو، سیاسی ہو، تمدنی ہو، معاشرتی ہو، معاشی ہو، عائلی اور سیاسی ہو، انسانوں کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر "تدبر قرآن" میں "حکم الجاہلیۃ" کے بارے میں کہتے ہیں:

اسی طرح یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ "حکم الجاہلیۃ" کا لفظ "ما انزل اللہ" کے بالمقابل استعمال ہوا ہے، اسی وجہ سے ہر وہ قانون جو خدا کے اتارے ہوئے قانون کے خلاف ہے وہ جاہلیت کا قانون ہے، خواہ وہ قرونِ مظلمہ کی تاریکی میں وجود پڑا ہوا ہو یا بیسویں صدی کی روشنی میں۔[11]

تفسیر "ضیاء القرآن" میں پیر کرم شاہ الازہری نے "حکم الجاہلیۃ" کے بارے میں لکھا ہے:

جاہلیت اس نظام حیات کو کہتے ہیں جہاں قانون سازی کا کامل اختیار خالق کائنات کو نہ ہو بلکہ انسانی اغراض اور خواہشات کے ہاتھ میں ہو۔ جہاں اقتدار حکومت کی مسند پر وحی الہی کے بجائے انسان کا ناقص اور نہ تمام علم قابض ہو۔[12]

ہمارے معاشرتی نظام میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو ترک کر کے دوسرے کی حاکمیت کو ماننا اور تسلیم کرنا "حکم الجاہلیۃ" ہے۔ اسلامی اصولوں اور نقطہ نظر کے مطابق مسلمانوں کی اپنی ایک مستقل تہذیب تھی جو زندگی کے تمام معاملات میں دوسروں سے الگ اپنی ایک امتیازی شان رکھتی تھی۔ مگر کچھ قبائل اور لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات قبول کرنے کی بجائے دوسروں کے بتائے ہوئے قوانین یا احکامات پر عمل کرنے لگے۔ "ظن الجاہلیۃ" فکر کا فساد اور "حکم الجاہلیۃ" عمل کا بگاڑ اور فساد ہے۔ یہ پوری زندگی پر مشتمل قانون اور ضابطہ حیات کے خلاف جاہلیت ہے۔ جاہلیت کے سبب ان کا نظریہ تھا کہ عقیدے میں بگاڑ ہو جائے تو زندگی کے تمام امور میں بگاڑ پیدا نہیں ہو گا۔ ان کا گمان تھا کہ کسی بھی عمل میں بگاڑ کا کوئی بھی عنصر نہیں پایا جائے گا۔ عقیدے کا یہ بگاڑ تمام جاہلی تصورات اور جاہلی عوامل کی روشنی میں ان کی عملی زندگی میں آ گیا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔[13]

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنایا اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔

قرآن کریم میں واضح بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے علاوہ شیاطین کو اپنا حاکم اور سرپرست بنالیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں جبکہ یہ لوگ بھٹکے ہوئے ہیں اور انہوں نے عملی جاہلیت اختیار کر لی ہے۔ مختلف مذاہب اور قوموں میں جیسا کہ رومیوں مصریوں یونانیوں اور ہندوں میں دوسروں کو حاکم اعلی تصور کیا جاتا ہے اور اس کے قانون کو ہی قانون مانتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کے قانون سے منہ موڑ کر دوسرے کی طرف انہوں نے جاہلیت کے سبب رخ کر لیا۔ "حکم الجاہلیۃ" کے سبب سے جاگیر دارانہ نظام اور پھر اس کے ساتھ سودی اور اشتراکی نظام وجود میں آتا ہے۔ "سود اور اجارہ داری" سرمایہ داری کے دو ستون ہیں، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے قانون میں حرام ہیں۔ "حکم الجاہلیۃ" سارے وہ قانون ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قوانین کے منافی ہیں اس میں سودی نظام، جاگیر دارانہ نظام اور اجتماعیت کا بگاڑ شامل ہے۔

## تبرج الجاہلیۃ

اس جاہلیت کا ذکر سورۃ الاحزاب میں کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ۔[14]

اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلے کی جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار نہ کرو۔

اس جاہلیت میں معاشرے کا ذکر، رسوم ورواج اور عورتوں کے بناؤ سنگھار کو "تبرج الجاہلیۃ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ تبرج کے معنی عربی زبان میں نمایاں ہونے ابھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے ہیں۔ ہر ظاہر اور مرتفع چیز کے لیے عرب لفظ برج استعمال کرتے ہیں اور برج کو برج اس کے ظہور اور ارتفاع کی بنا پر ہی کہا جاتا ہے۔ اس بات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرز عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتے ہیں وہ تبرج الجاہلیۃ ہے۔ اللہ انہیں ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو کیونکہ تمہارا اصل کام گھر میں ہے نہ کہ اس سے باہر، لیکن اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس شان کے ساتھ نہ نکلو جس کے ساتھ سابق دور جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھیں، مثال کے طور پر بن ٹھن کر نکلنا، چہرے اور جسم کے حسن کو زیب وزینت اور چست لباس یا عریاں لباس سے نمائش کرنا اور اسی طرح ناز وادا سے چلنا۔ ایک مسلم معاشرے کی عورتوں کا یہ کام نہیں۔ ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ جو ثقافت ہمارے ہاں رائج کی جارہی ہے وہ قرآن کی رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جاہلیت کی۔ معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع صاحب نے "تبرج الجاہلیۃ" کے بارے میں کہا ہے:

> قدیم زمانہ جہالت کے دستور کے موافق مت پھرو، جس میں بے پردگی رائج تھی گو بلا فحاشی کیوں نہ ہو۔ قدیم جاہلیت سے مراد وہ جاہلیت ہے جو اسلام سے پہلے تھی اور اس کے مقابلہ میں ایک مابعد کی جاہلیت ہے کہ اسلامی تعلیم و تبلیغ احکام کے بعد ان پر عمل نہ کیا جائے، پس جو تبرج بعد از اسلام ہو گا وہ جاہلیت اخریٰ ہے۔[15]

اگر عورت اپنی زینت کا اظہار کرتی ہے تو اس سے عائلی زندگی، اجتماعیت اور معاشرے کا بہت بڑا بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے خواتین اپنی زینت کا اظہار نہ کریں بلکہ اپنی زینت اور ہار سنگھار کو چھپائیں اور لوگوں کے آگے عیاں نہ کریں۔ یوں یہاں پردے کے احکامات بھی نازل کیے گئے اور عورتوں کو اپنی زینت کا اظہار نہ کرنے کی تلقین کی گئی۔ "تبرج الجاہلیۃ" سے نہ صرف اجتماعیت کا بگاڑ ہوتا ہے بلکہ اخلاق کا بگاڑ اور عائلی زندگی پر بھی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسلام عورتوں کو تحفظ دیتا ہے، عورت کو عزت کا مقام دیتا ہے، عورت کسی بھی روپ میں ہو، چاہے وہ ماں کے روپ میں ہو یا بیٹی کے روپ میں ہو یا بیوی کے روپ میں ہو یا بہن کے، ہر روپ میں اس کو عزت واحترام کا مقام دیتا ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی اپنی کتاب پردہ میں مغربی مفکرین کے بعض اقوال نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں ان کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ ہے، مرد کے لیے معصیت کی تحریک کا سرچشمہ جہنم کا دروازہ ہے، تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے، اس کا عورت ہونا ہی اس کے شرمناک ہونے کے لیے کافی ہے، اس کو اپنے حسن و جمال پر شرمانا چاہیے کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، اس کو دائمی کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر مصیبت لاتی ہے۔[16]

تبرج الجاہلیۃ سے منع کا تقاضا ہے کہ خواتین اپنی زیب وزینت کی نمائش نہ کرتی پھریں اور ہر اس چیز سے بچیں جس سے اسلام نے روکا ہے اور ہر اس زینت سے بچیں جو پہلے جاہلیت میں پائی جاتی تھی جس میں خواتین اپنے آپ کو بے راہ روی سے نہیں بچا سکتی تھیں اور جن سے اخلاق کا بگاڑ معاشرے کا بگاڑ، عائلی زندگی کا بگاڑ اور اجتماعیت کا بگاڑ ہو اور ہر وہ زیب وزینت، ہار سنگھار جس میں خواتین کی زیب وزینت سے معاشرے میں بے راہ روی میں مبتلا ہونے کا ڈر ہو وہ سب "تبرج الجاہلیۃ" میں آجاتا ہے۔

## حمیۃ الجاہلیۃ

اس جاہلیت کا ذکر قرآن کریم میں سورۃ فتح میں کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاہِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔[17]

جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی ضد بٹھائی تو اللہ نے اپنے نبی اور مومنوں پر اپنی جانب سے تسکین نازل فرمائی اور انہیں تقویٰ پر قائم رکھا اور وہ اسی کے حق دار اور لائق تھے۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

"حمیۃ الجاہلیۃ" میں ذات پات، اونچائی بڑائی، برادری جیسے تعصبات شامل ہیں جنہیں قرآن نے اپنی اصطلاح کے طور پر "حمیۃ الجاہلیۃ" کہا ہے۔ یعنی جس میں صرف اپنی انا کی خاطر غرور و تکبر کی بنا پر جاہلانہ کام کریں اور دوسرے کی پرواہ نہ کریں۔ اس جاہلیت کے بارے میں ابوالاعلیٰ مودودی اپنی تفسیر "تفہیم القرآن" میں لکھتے ہیں:

جاہلانہ حمیت سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص محض اپنے ناک کی خاطر جان بوجھ کر ایک ناروا کام کرلے۔[18]

ہمارے ہاں ذات پات کی تقسیم ہے کہ اونچے گھرانے والوں سے کوئی جرم یا گناہ سرزد ہوتا ہے تو ان کے لیے الگ قانون ہے اسی جھوٹی شان و فخر اور بڑائی کی خاطر جاہلانہ حمیت کے تحت ان کے اپنے اصول اور ضوابط بنائے جاتے ہیں جس سے سارا معاشرتی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور معاشرے میں عدل و انصاف کا بول بالا نہیں ہوتا۔ اسی قومی تفاخر کی بناپر اونچے خاندانوں میں شادی بیاہ کا تصور بھی رائج ہے جبکہ اس کے برعکس آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اپنے غلام زید رضی اللہ عنہ سے کروایا تھا جو کہ ان کے منہ بولے بیٹے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے خاندان سے ہٹ کر اپنی دو بیٹیاں عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ بنوامیہ خاندان سے تھے کے عقد میں دیں صرف اور صرف اس لیے کہ لوگ جاہلانہ تعصبات سے باز آجائیں۔

ہمارے معاشرے میں "حمیۃ الجاہلیۃ" کی شکل میں ہندو، مصریوں، رومیوں، ایرانیوں، یونانیوں میں پائی جانے والی رسومات سر فہرست ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ اسلامی مذاہب سے تعلق نہیں رکھتے تھے اس لیے ہم بڑی آسانی سے ان کے تصورات نظریات اور ان کے تہذیب و تمدن کے بارے میں کہہ سکتے ہیں جبکہ ہم ایک اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے بھی ان جاہلانہ رسموں یا جاہلانہ طور طریقوں سے گزرتے ہیں جن کا ذکر ہم دوسرے مذاہب کے لوگوں میں کرتے ہیں۔ رومیوں کے اندر انسانوں کا غلام بنالینا کسانوں اور چھوٹے طبقے والوں کو غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کرنا ایسی معاشرتی شکلیں ہیں جو کسی نہ کسی طور پر مسلم معاشروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح یونانیوں کے ہاں سپارٹا کا نظام قائم تھا جہاں پر شہریوں کو تین طبقات میں تقسیم کیا گیا تھا:

- شہری جو حکمرانوں اور فوجوں پر مشتمل تھا۔
- غلاموں کا طبقہ جو مزدوری کرتے تھے اور ملازم ہوا کرتے تھے۔
- یہ طبقہ کسانوں تاجروں پر مشتمل تھا مگر ان کا شمار اہل سپارٹا نظام سے الگ تھا۔ ان کا معاشرے میں کوئی مقام نہیں تھا،

یہ سب اسی "حمیۃ الجاہلیۃ" کی وجہ سے اپنی انا کی خاطر معاشرہ میں بگاڑ اور ایک ناسور کی طرح تھے جہاں ذات پات اور اونچی شان کی خاطر انسانوں کو انسان ہی نہ مانا گیا بلکہ انسانیت کا بھی جنازہ نکل گیا۔ "حمیۃ الجاہلیۃ" ایرانیوں میں بھی پائی جاتی تھی وہاں کا امیر طبقہ اپنی اونچی ذات پات سے سب سے بڑا اثر اور رسوخ والا سمجھا جاتا تھا جبکہ باقی عوام کسان مزدور اور سپاہی غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یونانیوں، رومیوں، مصریوں، ہندؤں اور عربوں کے ہاں جو رسمیں یا تصورات جاہلیت پر مبنی پائی جاتی تھیں وہ جاہلیت اور جاہلانہ سوچ ہے جس کو اختیار کر کے انسان پوری کی پوری نسلیں برباد کر دیتا ہے۔ ہر وہ معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے جس میں تمام جاہلیت کے عناصر موجود ہوں یا پائے جائیں، وہ تباہی اور بربادی کے کنارے پہنچ جاتا ہے اور ایسے معاشرے کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا۔

## خلاصہ بحث

جاہلیت ایسی نفسیاتی کشمکش کا نام ہے جس میں پھنس کر لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی روگردانی کرنا انسانی معاشرے کا ایک ایسا بگاڑ ہے جس کے نتائج اتنے بھیانک ہوتے ہیں کہ ساری زندگی ایک تکلیف دہ کرب اور بے چینی کا شکار ہو جاتی ہے۔ جاہلیت کسی خاص دور یا تاریخ کا نام نہیں ہے بلکہ جاہلیت ایک ایسی حالت ہے جو کسی بھی وقت اور کہیں بھی ہو سکتی ہے۔ ہر وہ قوم جو ہدایتِ الٰہی سے انحراف کرے وہ جاہلیت کا شکار ہو جاتی ہے۔ قرآن نے اپنی اصطلاح میں "ظن الجاہلیۃ" کا لفظ جاہلیت کے لیے استعمال کیا ہے اس میں مکہ کے لوگوں کے عقائد کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اسی طرح "حکم الجاہلیۃ" میں خدا کی حاکمیت کے انکار پر مبنی تمام تصورات کو، عورتوں کے رجحانات کو "تبرج الجاہلیۃ" اور قومی تعصبات ،ذات پات کے نظام کو "حمیۃ الجاہلیۃ" کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ ہر وہ قوم جو ہدایتِ الٰہی سے انحراف کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قوانین اور اصولوں پر عمل پیرا نہیں ہوتی وہ جاہلیت میں شمار ہوتی ہے اور حقیقت میں یہ سارا بگاڑ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے دوری کی بنا پر رونما ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں اسلام کی عملی صورتیں بتا کر جدید جاہلیت سے بچانا ہے تاکہ اسلام کو جاہلیت کی آمیزش سے بالکل علیحدہ کر کے اس پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا جائے۔ قرآن نے انسانیت کو پرکھنے کے لیے اسلام کو کسوٹی بنایا ہے کہ جو کچھ اسلام کے خلاف ہے وہ جاہلیت ہے، چاہے وہ امریکہ اور یورپ کی تہذیب ہو یا کسی دوسرے علاقے یا قبیلے کی، یوں ہر وہ تہذیب و تمدن جو اسلام کے خلاف ہے وہ جاہلیت ہے۔

------------------------------

## حوالہ جات و حواشی

1 الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد، **مفردات القرآن**، (لاہور: اسلامی اکادمی، 2012ء)، ص 201۔

2 سورۃ الحجرات 6:49۔

3 سورۃ البقرۃ 273:2۔

4 سورۃ البلد 10:90۔

5 زیات، احمد حسن، **تاریخ الادب العربی**، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، 2019ء)، ص 51۔

6 سورۃ ال عمران 154:3۔

7 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2019ء)، 1/ 279۔

8 اصلاحی، مولانا امین احسن، **تدبر قرآن**، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 2009ء)، 1/ 798۔

9 سورۃ المائدۃ 50:5۔

10 مودودی، **تفہیم القرآن**، 1/ 479۔

11 اصلاحی، **تدبر قرآن**، 2/ 309۔

12 الازہری، پیر کرم شاہ، **ضیاء القرآن**، (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1995ء)، 1/ 480۔

13 سورۃ الاعراف 30:7۔

14 سورۃ الاحزاب 33:33۔

15 محمد شفیع، مفتی، **معارف القرآن**، (کراچی: ادارۃ المعارف، 2008ء)، 7/125۔

16 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **پردہ**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، سن ندارد)، ص220۔

17 سورۃ الفتح 26:48۔

18 مودودی، **تفہیم القرآن**، 5/40۔